انسان کی حقیقت

پروفیسر سید محمد سلیم صاحب

یورپ کا فکری غلبہ

ہر تہذیب جب برسر اقتدار آ جاتی ہے اور وسیع و عریض خطۂ ارضی پر غلبہ حاصل کر لیتی ہے تو پھر وہ اپنے مخصوص تصورِ انسان، تصورِ زندگی اور تصورِ کائنات کے مطابق انسانی زندگی اور اس کے متعلقات کی از سرِ نو تشکیل اور تدوین کرتی ہے۔ نئے افکار، نئے اقدار اور نئے اخلاق و کردار کو رواج دیتی ہے۔ پرانے تصورات کی جگہ نئی توجیہات پیش کرتی ہے۔ علوم و فنون کو نیا رُخ اور نئی ترتیب دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کا نقطۂ نظر زندگی کے ہر گوشہ میں حاوی آ جاتا ہے پھر وہ انا ولا غیری کا نعرہ بلند کرتی ہے۔ مفتوح اور پس ماندہ اقوام اس کی تقلید کرنے میں فخر محسوس کرتی ہیں۔

گذشتہ چند صدیوں سے دُنیا کا قافلہ سالار افرنگ بنا ہوا ہے۔ افرنگی تہذیب آج دُنیا کی غالب تہذیب ہے۔ اس کی چمک دمک کے سامنے سب کی آنکھیں خیرہ ہو گئی ہیں۔ علوم و فنون اور حکمت و فلسفہ کی تدوین اُس نے اپنے نقطۂ نظر سے کی ہے۔ اُس نے نیا تصورِ انسان، نئی اقدارِ حیات اور نئے معیارِ کردار کو رواج دیا ہے۔ انسان اور کائنات کے متعلق یورپ نے خالص مادی اور لادینی نقطۂ نظر اختیار کیا ہے۔ کائنات میں اور انسان کے اندر اسے صرف مادہ کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ اس کے نزدیک انسان بھی ایک حیوان ہے۔ بس ذرا اعلیٰ درجہ کا حیوان ہے۔ اس لیے انسانی زندگی کے لیے محرکِ عمل اور مقصودِ کد و کاوش بھی یا شکم پروری ہے یا شہوت برآری۔ عقلِ انسانی کو بھی وہ مادہ سے ہی مستخرج مانتا ہے۔ زندگانی کے مسائل کو حل کرنے میں وہ عقل کے وسیلہ کو کافی اور وافی سمجھتا ہے۔ رُوح کے وجود کا وہ منکر ہے۔ خدا اور آخرت کا وہ عملاً انکاری ہے۔ مذہب اور اخلاق سے وہ بے نیاز ہے۔ یہ وہ بنیادی افکار و تصورات ہیں جن پر یورپ نے اپنی تہذیب و تمدن کا عظیم الشان محل تعمیر کیا ہے۔

اہل مغرب کی فتوحاتِ ارضی کے ساتھ ساتھ مغربی علوم و فنون اور مغربی تہذیب و تمدن نے ساری دنیا پر غلبہ حاصل کر لیا۔ دوسری تمام تہذیبیں مغلوب ہو گئیں۔ ساری دنیا میں مغربی افکار و تصورات رائج ہو گئے۔ یہ کام چند وجوہ کی بنا پر سہل ہو گیا۔ سائنس اور علومِ طبیعیات میں اہل مغرب کی غیر معمولی ترقی، ان کی حیرت انگیز ایجادات و اختراعات نے ساری دنیا کو محوِ حیرت بنا دیا۔ اس وجہ سے ساری دنیا میں اہل مغرب کے حق میں عمومی حسنِ ظن پیدا ہو گیا۔ دنیا ان کے ہر رطب و یابس کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئی۔ اس ذہنی کیفیت کے پیشِ نظر مغرب کے صرف علوم طبیعی ہی نہیں بلکہ علوم انسانی کو بھی برحق تسلیم کر لیا گیا۔ ہزارہا سالوں کی کدوکاوش سے اہل مشرق نے علومِ انسانی کی جس انداز پر تحقیق کی تھی اور جس طریقہ پر مرتب کیا تھا، اس کو رد کر دیا گیا۔ انسان سہولت پسند واقع ہوا ہے۔ بنے بنائے راستہ پر چلنا پسند کرتا ہے۔ نیا راستہ نکالنے کی زحمت اور صعوبت سے گھبراتا ہے۔ خصوصاً جب کہ وہ زوال آمادہ ہو چکا ہو۔ مشرقی اقوام نے بھی سپر ڈال دی اور مغربی افکار و تصورات کو قبول کر لیا۔ مغرب کا سکہ سب جگہ رائج ہو گیا۔ مغربی طوفان کی لہروں میں اس وقت ساری دنیا بہی چلی جا رہی ہے۔ سب کے قدم اپنی جگہ سے اکھڑ چکے ہیں۔ جو لوگ طوفان میں بہہ رہے ہیں، وہ بھلا طوفان کی حقیقت کیا سمجھ سکتے ہیں، جو شخص خود مریض ہے وہ مرض کی کیا تشخیص کر سکتا ہے یہ کام تو کوئی دوسرا ہی شخص انجام دے سکتا ہے، جو اس طوفان سے باہر ہو، بشرطیکہ وہ طبیبِ حاذق ہو اور مرض کا فہم رکھتا ہو۔

مسلمان قوم پر اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہے کہ اس نے مسلمانوں کو اپنی آخری کتاب قرآن مجید سے نوازا ہے۔ قرآن مجید ہر دور کے انسانوں کے لیے مکمل ہدایت نامہ ہے۔ اس نے مسلمانوں کو آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے بھی نوازا ہے۔ سنتِ رسولؐ انسانوں کے لیے مستند نمونۂ زندگی ہے۔ مسلمانوں کے پاس کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی دوگونہ کسوٹیاں موجود ہیں۔ وہ ہر نظریہ اور ہر عمل کو ان کسوٹیوں پر پرکھ کر ان کی صحت اور عدمِ صحت کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ دنیا والوں کے پاس ایسی کوئی کسوٹی نہیں ہے جس کے حوالہ سے وہ اپنے افکار اور نظریات کی صحت کا فیصلہ کر سکیں۔ یورپ کا مفکر آزاد ہے۔ جو فکر چاہے پیش کر دے۔ جو طریقہ چاہے رواج دے دے۔ اس پر کوئی قدغن نہیں ہے۔ مسلمانوں میں کسی فکر کو قبولیت عام حاصل کرنے کے لیے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی پشت پناہی اور استناد کی ضرورت ہے۔ اگر وہ فکر مستند نہیں ہے تو پھر بے وقعت ہے۔ اگر کبھی خارجی

سہاروں کی مدد سے کسی فکر کو مسلمان معاشرہ میں رائج کرنے کی کوشش کی گئی ہے تو مسلمانوں کے اجتماعی ضمیر نے اُس کو ہرگز قبول نہیں کیا ہے - ایک مفاد پرست طبقہ اس سے متاثر ہوتا ہے۔ خارجی سہارے ہٹتے ہی وہ طبقہ بھی پسپا ہوجاتا ہے - اور وہ فکر اپنی موت آپ مرجاتی ہے۔

علوم و حکمت، فنون و ادب، ہر قسم کی فکری سرگرمی پر گفتگو کرنے سے قبل انسان کی حقیقت واضح طور پر معلوم ہونی چاہیے - اس لیے کہ خواہ علوم و حکمت ہوں خواہ فنون و ادب، ہر جگہ تصورِ انسان عکس ریز ہوتا ہے۔ مغرب نے انسان کی حقیقت کے متعلق گمراہ کن افکار و نظریات کو وسیع اشاعت دے دی ہے۔ جس کی وجہ سے علوم و فنون میں کج نظری اور کج روی پیدا ہوگئی ہے۔ فساد فکر و عمل کی شاخ یہیں سے پھوٹتی ہے۔

انسان محض حیوان نہیں انسان کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا جواب بڑی حد تک اس بات پر منحصر ہے کہ انسان کی حقیقت کون بتائے؟ کیا ایک پتھر، ایک مشین اپنی حقیقت خود بیان کرسکتی ہے؟ کیا ایک انسان نوعِ انسانی کی حقیقت بیان کرسکتا ہے؟ انسان کی حقیقت صرف وہ ہستی بیان کرسکتی ہے جو انسان کی خالق ہے، جو انسان کے آغاز اور اس کے انجام سے بخوبی واقف ہے، جو انسان کے ظاہر اور باطن بلکہ وساوسِ قلب تک سے باخبر ہے - اس لیے علیم و خبیر خداوند تعالیٰ کے علاوہ دوسری کوئی ہستی ایسی نہیں ہے جو انسان کی حقیقت بیان کرسکے - دوسرا کوئی فرد اس کا اہل نہیں ہے کہ انسان کی حقیقت بیان کرسکے - اگر کسی نے حقیقتِ انسان بیان کرنے کی جسارت کی ہے تو وہ محض ظن و تخمین ہے - اس کو حقیقت کے لفظ سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان کی حقیقت اللہ تعالیٰ نے کیا بیان کی ہے - اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

> "ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے پیدا کیا - پھر اُسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کردیا، پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی، پھر لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا پھر بوٹی سے ہڈی بنائی، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا - پھر اُسے ایک دوسری مخلوق بنا کھڑا کیا - پس بڑا ہی بابرکت ہے (اللہ) سب کاریگروں سے اچھا کاریگر"۔
>
> (مومنون - ۱۲-۱۴)

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"اُس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی، پھر اُس کی نسل ایک ایسے ست سے چلائی جو حقیر پانی کی طرح ہے۔ پھر اُسے نِک سُک سے درست کیا، اور اُس کے اندر اپنی رُوح پھونک دی۔ تم کو کان دیے اور دل دیے، مگر تم کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔ (سجدہ — ۹-۷)

ا — ان ارشاداتِ خداوندی سے جو بات پہلی نظر میں واضح ہو جاتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو مٹی سے بنایا گیا ہے۔ انسان کو مادی جسم ملا ہے۔ انسان ایک مادی وجود ہے۔

ب — ان ارشادات سے دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ گوشت پوست سے بنا یا ہوا حیوان ہے۔ وہ کھاتا ہے، پیتا ہے۔ جسمانی خواہشات رکھتا ہے۔ انسان ایک حیوانی وجود ہے۔

ج — تیسری بات ان ارشادات سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کو کان، آنکھ وغیرہ حواس ملے ہیں اور غور و فکر کرنے والا دل ملا ہے۔ انسان ایک صاحبِ عقل و فہم ہستی ہے۔ انسان ایک عقلی وجود رکھتا ہے۔

د — اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے " ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کُھل گئے۔ اور وہ اپنے جسموں کو جنّت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔ (اعراف — ۲۲)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " پھر اُس کی بدی اور پرہیز گاری اس پر الہام کر دی (شمس — ۶)

اِن آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ شرم و حیا کا تصوّر اوّل روز سے انسان کے اندر موجود ہے۔ نیکی اور بدی کا تصور بھی آغاز سے ہی انسان کے اندر موجود ہے۔ اخلاقی اقدار کا احساس طبعاً اُس کو حاصل ہے۔ اس طرح انسان ایک اخلاقی وجود رکھتا ہے۔

ہ — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔" اور تمہاری صورت بنائی، اور بڑی عمدہ بنائی، اور اس کی طرف آخر کار تمہیں پلٹنا ہے۔" (تغابن — ۳) ۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔" خبردار رہو، اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے (رعد — ۲۸)

اِن آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان مادی ماحول پر قانع نہیں رہ سکتا۔ وہ اس کے پسِ پردہ حقیقتِ مستور کا پتہ لگانا چاہتا ہے۔ وہ حقیقتِ کبریٰ کا عرفان اور تقرب حاصل کرنا چاہتا ہے۔

اس کے قرب ہی سے اُس کو راحت اور سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے۔ انسان ایک روحانی وجود رکھتا ہے۔

تخلیقِ آدم کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آخر میں ایک جگہ تو فرمایا ہے کہ " پھر ایک دوسری مخلوق بنا کھڑا کیا" اور دوسری جگہ فرمایا ہے " ہم نے اُس کے اندر اپنی رُوح پھونک دی" یہ آیات اس بات کی وضاحت کے لیے کافی ہیں کہ انسان مادی الاصل ہونے کے باوجود، ایک حیوانی جسم رکھنے کے باوجود درحقیقت وہ ایک اعلیٰ قسم کی مخلوق ہے۔ وہ مادی وجود بھی رکھتا ہے۔ حیوانی وجود بھی رکھتا ہے، عقلی وجود بھی رکھتا ہے اور اخلاقی وجود بھی رکھتا ہے۔ اور سب سے اشرف و اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ وہ روحانی وجود بھی رکھتا ہے۔ سارے وجود اس کی ذات میں ایک وحدت بن گئے ہیں۔ سارے دھارے مل کر ایک چشمہ بن گئے ہیں۔ اس کی مادیت اور حیوانیت اس کی اخلاقیت اور رُوحانیت کے تابع ہے۔ انسان ایک جامع اور کثیر الجہات ہستی ہے۔ انسان درحقیقت ایک رُوحانی مخلوق ہے، رُوح کو اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے کے لیے یہ مادی جسم اور یہ جبلتیں عطا ہوئی ہیں۔

ایسی جامع ہستی کو اہلِ یورپ نے بس ایک حیوان قرار دیا ہے، ذرا اعلیٰ درجہ کا حیوان۔ اور پھر حیوانی جبلتوں اور جسمانی خواہشات کو ہی انسانی زندگی کا منتہا و مقصود قرار دے دیا۔ اہلِ یورپ کی یہ کوتاہ نظری اس قبیل کی ہے جیسے کسی سیارہ میں کوئی مخلوق آباد ہو، وہ پانچ کے بجائے صرف چار حواس کی حامل ہو۔ ظاہر ہے کہ اس قوم کا سرمایہ علم و نظر ناقص ہوگا، بمقابلہ اس قوم کے جو حواس خمسہ سے آراستہ ہے۔ انسان کا ناقص تصوّر اختیار کرکے اہلِ یورپ نے اپنے فکری اور نظری سرمایۂ علم میں نقص کو قبول کرلیا۔ کج بینی اور کج نظری اس کے سارے فکری سرمایہ کا خاصہ بن گئی۔ اہلِ یورپ نے علم و آگہی کے قافلے کو گمراہی کے غاروں میں دھکیل دیا ہے۔ آج عالمِ انسانیت کی ساری مصیبتوں اور ناکامیوں کی جڑ یورپ کی کج نگاہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بزرگ و برتر اور اشرف المخلوقات قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"تحقیق ہم نے بنی آدم کو بزرگی عطا کی اور انہیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں۔ اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا اور اپنی بہت سی مخلوق پر

نمایاں فوقیت بخشی"۔ (بنی اسرائیل – ۷۰)۔
یہ آیت درحقیقت انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا اعلان کر رہی ہے۔ تمام مخلوقاتِ ارضی پر اُس کو نمایاں برتری حاصل ہے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ نے انسان کو دُنیا میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔"

"میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں"۔ (البقرہ – ۴۱)

پھر اس خلیفہ کو اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے کے لیے تصرف و اختیار کی وسیع آزادی بخشی۔ زمین و آسمان کی تمام طبعی قوتوں کو انسان کے لیے بالقوہ مسخر کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، وہ سب ہم نے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے"۔ (لقمان – ۲۰)

یہ اور دیگر آیات دُنیا میں انسان کی حیثیت کو واضح کرتی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی خاص مخلوق ہے۔ وہ غیر ذمہ دار حیوان نہیں ہے بلکہ انتہائی ذمہ دار خلیفہ ہے۔ اس کو دیگر مخلوقاتِ ارضی پر تصرف و اختیار حاصل ہے۔ دُنیا میں بھیجنے سے مقصود اس کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا ہے۔ اُس کی آزمائش کرنا ہے تاکہ وہ ایک برتر اور افضل تر مقام یعنی جنت میں رہائش کا اہل بن سکے۔ کہاں یہ شرف اور یہ فضیلت جو اللہ تعالیٰ انسان کو عطا کر رہا ہے۔ اور کہاں وہ پستی، اہلِ یورپ کا منبعِ علم، کہ انسان صرف حیاتیاتی حیوان ہے اور بس۔

تحریکِ اسلامی کا جملہ لٹریچر حاصل کرنے کے لیے رجوع کریں

پین اسلامک پبلشرز ۱۳/۲ اے شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور